در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی، یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۲۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۵۷ — جلد نمبر ۱۴

یکم تا ۱۵ مئی سنہ ۱۹۹۹ — محرم الحرام — سنہ ۱۴۲۰ھ

مدیر اعلیٰ فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرا کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
(۱)	شذرہ	اقبال ریاض	۲
(۲)	نعت شریف	حافظ نور حکیم	۳
(۳)	تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۴
(۴)	قادیانیت پر آخری ضرب	پروفیسر شاہ فرید الحق	۸
(۵)	غزل	محمد سفیان صفی	۲۲
(۶)	شہ لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم	صوفی مشتاق احمد صدیقی	۲۳
(۷)	نظام مصطفےٰ میں تاخیر کیوں؟	سید محمد یاسر بخاری	۲۸
(۸)	تبصرہ کتب	سید محمد انور شاہ قادری	۳۱

اعتذار

شمارہ نمبر 155_156 میں رسالے کے اجراء کی تاریخ غلطی سے یکم تا ۳۱ مئی لکھی گئی ہے جبکہ صحیح تاریخ یکم تا ۳۰ اپریل ہے۔ (ادارہ)

شذرہ

کوسوو، سربوں پر زمینی حملے ضروری ہیں

اقبال ریاض

نیٹو نے سربوں سے مسلمانوں کا قتلِ عام بند کرانے اور امن و امان کی بحالی میں نیٹو کی شرائط پر عمل کرانے کے لئے ہوائی حملوں کو تیز کر دیا ہے اور سربیا کی طرف سے جنگ بندی کی یکطرفہ شرائط کو مسترد کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا ہے کہ وہ کوسوو کے مسلمانوں پر مظالم کو بند کرنے کے سلسلے میں نیٹو کی شرائط کو تسلیم کر لے۔

اگرچہ سربیا پر نیٹو کے ہوائی حملے جاری ہیں اور کئی مقامات پر اس کی تنصیبات کو نقصان بھی پہنچایا گیا ہے لیکن حملوں سے سربوں کے ہوش ٹھکانے نہیں آسکے اور وہ مسلمانوں کو گھروں سے زبردستی نکالنے کے علاوہ ان کا اجتماعی اور انفرادی قتل عام بھی کر رہے ہیں۔ ان کے گھروں کو جلایا جا رہا ہے جبکہ بعض اطلاعات کے مطابق کوسوو میں مسلمانوں کے کئی گاؤں صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے ہیں اور ایک وحشی قوم کی طرح مظلوم مسلمان عورتوں کی بے حُرمتی کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

لیبیا کے اخبار "الجذت" کے مطابق مغربی طاقتوں کا طرزِ عمل کوسوو کے مسلمانوں کے لئے فائدہ مند ثابت نہیں ہو رہا بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیٹو کی فوجیں ظاہری طور پر تو سربوں پر بمباری کر رہی ہیں لیکن درپردہ طور پر وہ کوسوو کے مسلمانوں سے خالی کرا لینا چاہتے ہیں تا کہ سربوں کو وہاں کا مکمل قبضہ کرنے کا موقع مل سکے۔ سربوں کے خلاف زمینی حملہ نہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے اور یہ کام ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت ہو رہا ہے۔

بہرحال صورتِ حال کچھ اسی طرح معلوم ہوتی ہے۔ نیٹو کی زمینی فوج سربیا پر کوئی حملہ نہیں کر رہی اور نہ مداخلت کرتی ہے۔ بلکہ برطانیہ نے تو اپنی زمینی فوج کو سربوں کے ساتھ لڑانے سے انکار کر دیا ہے حالانکہ مسلمانوں کی امداد کے لئے زمینی فوج کو حرکت میں لانا بے حد ضروری ہے ورنہ موجودہ صورت حال کی بناء پر تو اب تک پانچ لاکھ سے زائد مسلمان، جن میں کمسن بچے اور عورتیں بھی شامل ہیں، مقدونیہ، مونٹی نیگرو اور البانیہ وغیرہ کی طرف ہجرت کر چکے ہیں۔

باقی صفحہ ۲۷ پر

نعت شریف

حافظ نُور حکیم جیلانی

کرم تیرا، اگر تیری نظر ہو
تو اندھیروں میں بھی میری سحر ہو

مُقدر جان لیتا ہُوں میں اس کو
جو لمحہ تیرے روضے پر بسر ہو

شفا ہے خاک تیرے در کی مولا!
طبیبوں کی دوا میں کیا اثر ہو

کروں مدحت میں کیا اس تاجور کی
صحیفوں میں جو خود خیر البشر ہو

رہوں میں کاش ان کے در پہ ہر دم
الٰہی نورؔ ان کا سنگِ در ہو

گزشتہ سے پیوستہ

تفسیر القرآن الحسنیہ

مدیر اعلیٰ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْالِیْ وَلْیُؤْمِنُوْابِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ (۱۸۶)

ترجمہ : اور جس وقت آپ سے (اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میرے بندے میرے متعلق پوچھیں، پس میں نزدیک ہی ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جس وقت وہ مجھ سے دعا کرتا ہے پس چاہیئے کہ وہ میرا حکم مانیں اور چاہیئے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ راہ (معرفت) پا جائیں (۱۸۲)

حلِ لغت : اِذَا: ظرفِ زمان ہے " جس وقت "۔ سَاَلَ: اس نے پوچھا، ک حرفِ تخاطب ہے اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اُجِیْبُ: واحد متکلم کا صیغہ ہے، میں قبول کرتا ہوں، اِجابت اس کا مصدر ہے جس کے معنی قبول کرنا کے ہیں۔ دَعْوَت: دعا۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوْالِیْ: پس چاہیئے کہ میرا حکم مانیں، یہاں پر استجابت کے معنی حکم قبول کرنے کے ہیں [1]۔ یَرْشُدُوْنَ: رُشد اور ارشاد سے ہے، جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے فعلِ مضارع ہے وہ راہ پائیں، وہ نیکی کی راہ پائیں، مُرشد اسی سے ہے جس کے معنی ہدایت اور نیکی کی راہ بتانے والا ہے۔

تفسیر : چونکہ رمضان المبارک عباداتِ الٰہی کا مہینہ ہے اس لئے بعض لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ پوچھا کہ جس کی آپ عبادت کرتے ہیں اور خصوصاً اس مہینے میں اتنی کثرت سے عبادت کرتے اور دعائیں مانگتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ ہمارے کتنے قریب ہے اور کتنا بعید ہے کہ ہر وقت اور ہر آن ہر ایک کی دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ

---

[1] لغات القرآن جلد ۶، صفحہ ۲۳۶۔

جلالہٗ نے اپنی شان اور عظمت کے مناسب بلا کیف جواب مرحمت فرمایا کہ میں تو تمہارے بہت ہی قریب ہوں بلکہ دوسرے مقام پر فرمایا کہ تمہاری شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔
نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (یعنی میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہوں اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا وَ نَحْنُ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (جہاں پر بھی تم ہو میں تمہارے ساتھ ہوں) لہٰذا جس وقت بھی کوئی دُعا کرتا ہے میں اس کی دُعا کو سُنتا اور قبول کرتا ہوں، میرے حکم کو مانو اور میرے پیارے محبوب حضرت مُحمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس دعوت توحید و رسالت اور وحیٔ الٰہی کو قبول کر لو اور اگر تم نے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس دعوتِ توحید و رسالت کو مان لیا اور قبول کر لیا تو ہدایت و معرفت کے وہ تمام راستے جن سے رضائے الٰہی مقصود ہے تمہیں حاصل ہو جائیں گے اور تمہیں جناب مُحمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا مُرشدِ اعظم نصیب ہو گا جو کہ نُورِ معرفت کے ذریعے تمہیں قُربِ الٰہی کے مقام پر فائز فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قُرب کا راستہ بغیر اطاعتِ الٰہی و اطاعتِ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نصیب نہیں ہو سکتا اور یہ ہی وہ راستہ ہے جو کہ ان صاحبانِ ارشاد جن کو مُرشد کہا جاتا ہے، کے ذریعے سے، جو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباعِ سُنت کا نمونہ ہیں حاصل ہو سکتا ہے اور یہی لوگ اولیاءِ کرام ہیں چنانچہ ارشادِ خُداوندی ہے مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا (جسے اللہ راہ دے تو وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اس کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے)۔

معلوم ہوا کہ حضورِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پُوری پُوری اتباع کرنے والا مومنِ کامل اللہ تعالیٰ کے حضور میں خلوصِ قلب کے ساتھ احکامِ الٰہی کی فرماں برداری کرتے ہوئے دُعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی شانِ قبولیت کے ساتھ اس کی دُعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور اس پر نظرِ رحمت کرتا ہے۔ رئیس المفسّرین صدر الافاضل حضرت علامہ سیّد مُحمد نعیم الدین مُرادآبادی تحریر فرماتے ہیں

"دُعا عرضِ حاجت ہے اور اجابت یہ ہے کہ پروردگار اپنے بندے کی دُعا پر لبیک عبدی فرماتا ہے مراد عطا فرمانا دوسری چیز ہے وہ بھی کبھی کبھی اس کے کرم سے فی الفور ہو جاتی ہے کبھی بمقتضائے حکمت کسی تاخیر سے، کبھی بندے کی حاجت دُنیا میں روا فرمائی جاتی ہے کبھی آخرت میں، کبھی بندے کا نفع دوسری چیز میں ہوتا ہے وہ عطا

کی جاتی ہے، کبھی بندہ محبوب ہوتا ہے اس کی حاجت روائی میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ وہ عرصہ تک دُعا میں مشغول رہے کبھی دُعا کرنے والے میں صدق و اخلاص و غیر شرائط قبول نہیں ہوتے اسی لئے اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقبول بندوں سے دُعا کرائی جاتی ہے۔ **مسئلہ**: ناجائز امر کی دعا کرنا جائز نہیں۔ دُعا کے آداب میں سے ہے کہ حضورِ قلب کے ساتھ قبول کا یقین رکھتے ہوئے دُعا کرے اور شکایت نہ کرے کہ میری دُعا قبول نہ ہوئی۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد حمد و ثنا اور درود شریف پڑھے پھر دعا کرے"[1]

جناب ابی امامۃ سے روایت ہے[2] وہ فرماتے ہیں کہ پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں عرض کیا گیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) ای الدعآء السمع کون سی وقت کی دُعا ہے جس کو شرفِ قبولیت بخشا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جوف الّیل --- الخ نصف شب کی دُعا۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا

ینزل ربنا تبارک و تعالیٰ کل لیلۃ الی السمآء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الاخر یقول من یدعونی فاستجیب لہ من یسالنی فاعطیہ من یستغفرنی فاغفرلہ

متفق علیہ[3]

(کہ ہمارا ربّ تعالیٰ (اپنی شان کے مناسب، بلاکیف) ہر رات کو آسمانِ دُنیا پر نزولِ اجلال فرماتے ہیں۔ یہاں تک یہ رات کا تہائی حصّہ ہو جاتا ہے۔ ہمارا ربّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کون مجھ سے مانگتا ہے کون ہے جو دُعا کرے میرے حضور میں کہ میں اس کی دُعا کو قبول کریں کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اس کو عطا کروں، کون مجھ سے بخشش طلب کرتا ہے کہ میں اس کو بخش دوں

علمائے اُمّت رحمھم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دُعا مانگنے کے بھی تین طریقے بیان

---

[1]: خزائن العرفان، حاشیہ بر کنزالایمان، صفحہ ۵۲، حاشیہ ۲۲۴۔

[2]: مشکوٰۃ المصابیح، کتابُ الصلوٰۃ، باب التحریض علی قیام اللیل، فصل الثانی، رواہ الترمذی، صفحہ ۱۰۹۔

[3]: مشکوٰۃ المصابیح، کتابُ الصلوٰۃ، باب التحریض علی قیام اللیل، فصلِ اوّل، صفحہ ۱۰۹۔

فرمائے ہیں جو کہ نہایت ہی مقبول اور موثر ہیں، پہلا طریقہ اعمالِ صالحہ کے وسیلے سے، دوسرا طریقہ نیک زندوں کے وسیلے کے ساتھ، تیسرا طریقہ اموات کے وسیلے سے ہے چنانچہ حدیث نقل فرماتے ہیں۔

وعن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بینما ثلثة نفر یتما شون اخذھم المطر فمالوا الی غار فی الجبل فانحطت علی فم غارھم صخرۃ من الجبل فاطبقت علیھم فقال بعضھم لبعض انظروآ اعمالا عملتموھا للہ صالحۃ فادعوا اللہ بھا لعلہ یفرجھا---الخ[1]

(حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی اکٹھے جا رہے تھے کہ راستے میں انہیں سخت بارش نے آ لیا۔ پس وہ (بارش سے بچنے کے لئے) ایک پہاڑ کے اندر غار میں داخل ہو گئے۔ پس غار کے دھانے پر ایک بہت بھاری پتھر آ گرا جس سے غار کا مُنہ بند ہو گیا اور وہ غار کے اندر بند ہو کر رہ گئے۔ تو ان میں سے بعض نے بعضوں کو کہا کہ اگر تم نے خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کوئی نیک اعمال انجام دیئے ہیں تو ان کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگو، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے اس غار کے دروازے کو وا کر دے---الخ)

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمالِ صالحہ کے وسیلے سے دُعا کرنا صحیح اور درست ہے۔

نیک زندوں کو وسیلہ بنا کر اور خصوصاً پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نسبت رکھنے والی شخصیات یعنی آپ کی اولادِ امجاد کو وسیلہ بنا کر دُعا کرنا مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہے۔

جناب سیّدنا امیرالمومنین حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے بارش کے قحط میں تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور (پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا) جناب سیّدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کو بایں الفاظ دُعا میں وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے التجا کی اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا[2] (اے میرے اللہ! ہم تیرے حضور میں تیرے نبیٔ اکرم حضرت مُحمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا جناب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کو وسیلہ بنا

---

[1]: باب البر والصلۃ، فصل الثالث، بروایۃ ابن عمر، صفحہ ۴۲۰، اصح المطابع دہلی۔

[2]: مشکوٰۃ المصابیح، باب الاستسقاء، فصل الثالث، صفحہ ۱۳۲، بروایۃ انس رضی اللہ عنہُ۔ (باقی صفحہ نمبر ۳۰ پر)

قادیانیت پر آخری ضرب

قومی اسمبلی پاکستان نے قادیانیوں، لاہوریوں اور نام نہاد احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخی فیصلے کی مختصر روداد

پروفیسر شاہ فرید الحق

سینئر نائب صدر جمعیت علماء پاکستان

۲۲ مئی ۱۹۷۴ء کو نوجوانانِ اسلام نے ربوہ اسٹیشن پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام کے تحفظ کا نعرہ لگا کر جھوٹے مدعی نبوت کی جھوٹی اُمت کے دل پر ایک کچوکا لگایا۔ بھلا کُفار کو برداشت کی کہاں طاقت، حالانکہ کُفار اور مشرکین اپنے انجام سے باخبر ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ جب بھی وہ دینِ اسلام سے نبرد آزما ہوئے مُنہ کی کھائی۔ یہ بات اور ہے کہ بعض وقت مسلمانوں کے نقصان کی وجہ سے کبھی کبھی شکست ظاہری فتح معلوم ہوئی۔

ربوہ کے مُنافقین اور کفار کو یہ بات گراں گزری کہ نبیؑ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو آخری نبی قرار دیا جائے یا ختمِ نبوت زندہ باد کے نعرہ لگائے جائیں۔ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو جب کہ نوجوانانِ اسلام سفر سے واپس آرہے تھے اِن مُنافقین اور مُرتدین نے سوچی سمجھی سازش کے تحت ان پر حملہ کر کے زدو کوب کیا، ان کے لہو بہائے، بعض کو شدید ضربات پہنچائیں اور انہیں کافی دنوں تک ہسپتال میں زیر علاج رہنا پڑا، کسی کا مُنہ توڑا گیا، کسی کی ناک اور ہڈی توڑی گئی، غرضیکہ بربریت کا سماں تھا، ٹرین باضابطہ روک کر یہ ساری کاروائی نام نہاد بہادر مُنافقین اور مُرتدین نے چند نوجوان مسلمان طلباء کے خلاف کی۔

قُدرت کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے ان نوجوانوں کا خون رنگ لایا ان مرتدین اور منافقین کے خلاف دبا ہوا لاوا پھوٹ پڑا پُورے ملک میں آگ لگ گئی، بالخصوص پنجاب سے نوجوان طلباء میدان میں آگئے۔ ربوہ کے گردونواح کی مسلمان بستیاں پہلے بھڑک اٹھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انتقامی کاروائی شروع ہو گئی۔ پُورے علاقے میں خانہ جنگی کی صورت پیدا ہو گئی۔ رفتہ رفتہ اس آگ نے پُورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، یہ آگ معمولی آگ نہیں تھی۔ عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور مقام

مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی آگ تھی یہ پانی سے نہیں بجھائی جاتی یہ کچھ اور ہی تلاش کرتی ہے۔
آج بھی اس پاکستان کا سوادِ اعظم مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے تحفظ اور ناموسِ رسالت کے لئے سردھڑ کی بازی لگانے کو تیار ہے۔ باوجود تمام بُرائیوں اور گناہوں کے مسلمان جس کے دل میں ذرّہ بھر بھی ایمان ہے وہ نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف نہ کوئی بات سُن سکتا ہے اور نہ برداشت کرسکتا ہے پھر ایسے لوگوں سے جو مُنافقت کا لبادہ اوڑھ کر بزعم خود اپنے مسلمان کہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام کو پہچانیں۔ قرآن کی کھلی آیات اور اس کے کھلے مطالبے کا انکار کرکے پُوری اُمتِ مسلمہ کو بیوقوف بنائیں تواتر سے جو عقیدہ مسلمانوں کے درمیان چلا آرہا ہے اس کے خلاف پچھلے نوے سال سے چند مٹھی بھر افراد نبرد آزما ہوں اور مسلمانوں کی عظیم اکثریت کو چیلنج کریں وہ تو خیر کیجئے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ نہیں ہے ورنہ غلام احمد مُرتد تلوار کی زد سے بچ کر نہیں جاسکتا تھا اور مُرتدین اس طرح مسلمانوں کے ملک میں دندناتے نہ پھرتے۔ پاکستان کے قیام تک میں ان قادیانیوں نے روڑے اٹکائے یہاں تک کہ ظفر اللہ نے باؤنڈری کمیشن میں بھی پاکستان کے ساتھ دھوکہ کیا اور کسی طرح گورداسپور، قادیان اور کشمیر کو پاکستان سے الگ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

اس کے بعد مسلسل یہ لوگ پاکستان کے خلاف سازش میں مبتلا رہے، بھولے بھالے مسلمانوں کو مُرتد بناتے رہے، بیرونی ملکوں میں اپنے اڈے قائم کئے اور پاکستان کے سہارے غلط پروپیگنڈہ کرکے افریقی اور دیگر یورپی ملکوں کے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھانستے رہے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے تو یہ وصیت کی تھی کہ بھارت کو پھر سے اکھنڈ بنانے کی جدوجہد کی جائے اور میری سڑی ہوئی لاش کو پاکستان بھارت کے ایک ہونے کے بعد قادیان میں دفن کیا جائے۔ جو کردار مشرقِ وسطیٰ میں یہودی ادا کررہے ہیں، وہی کردار پاکستان میں قادیانی اور یہ لاہوری ادا کررہے ہیں جو بزعمِ خود احمدی کہلاتے ہیں۔

سوادِ اعظم اہلسنت کے علماء، صوفیاء اور رہنما چونکہ پاکستان بنانے میں قائدِ اعظم محمد علی جناح کے شانہ بشانہ لڑے تھے اس لئے انہیں اس ملک سے قلبی محبت اور لگاؤ تھا اور رہے گا۔ انہوں نے صرف مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے تحفظ اور نظامِ مُصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نفاذ کے لئے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا لیکن کیا معلوم تھا کہ ان کے ساتھ دھوکا کیا جائے گا اور بعد میں مفاد پرست حضرات پاکستان کے نظریہ کے خلاف عمل پیرا ہوں گے۔ کافی دنوں تک پاکستان بننے کے بعد سوادِ اعظم اہلسنت حکومتی سیاست سے الگ رہے لیکن دینِ مُصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اشاعت

اور مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ کے لئے محراب ومنبر سے اپنی آواز بلند کرتے رہے۔

کسے نہیں معلوم کہ پاکستان بننے کے بعد سب سے پہلے علمائے اہلِ سُنت کے افراد نے جن میں مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا سیّد ابو الحسنات صاحب قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا شاہ عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی (والد ماجد مولانا شاہ احمد نُورانی، صدر جمعیت علمائے پاکستان) اور مولانا سیّد سعید احمد کاظمی اور مولانا عبدالستار خان نیازی وغیرہ نے قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کے خلاف آواز اٹھائی اور حکمرانوں پر یہ واضح کیا کہ ان کی تبلیغ کو روکا جائے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کے تحفظ کو سوادِ اعظم اہلسنت اپنے ایمان کا جز تصور کرتے ہیں اور ذکرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زندگی کا معمول بنائے ہوئے ہیں۔ اُٹھتے بیٹھے ان کا مشغلہ درود وفاتحہ، میلاد اور منقبت رسول ہے۔ انہیں اعمال کی وجہ سے انہیں مخالفین کے طعنے بھی سُننے پڑتے ہیں۔ ان پر مختلف قسم کے فتووں کی بوچھاڑ ہوتی ہے لیکن یہ ان تمام چیزوں سے بے پرواہ ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو اپنے ایمان کی کسوٹی تصور کرتے ہیں۔ سوادِ اعظم اہلسنت کے علماء اور عوام قرآن کی اس آیت کا ورد ہر فاتحہ درود تلاوت اور ذکر میں کرتے ہیں۔

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

(محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں)

ایسے لوگ بھلا کب اور کیسے مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت کو تسلیم کر سکتے ہیں یا اس کے خلاف معرکہ آرائی میں پیچھے رہ سکتے ہیں۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی علماء اور عوام اہلسنت نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تاریخ کے اوراق اس کے گواہ ہیں بالخصوص جسٹس منیر کی رپورٹ اس کی مُنہ بولتی تصویر ہے۔ لاتعداد علماء اہلسنت جیلوں میں گئے، سینکڑوں افراد نے جامِ شہادت نوش کیا۔ مولانا عبدالستار نیازی اور مولانا خلیل احمد صاحب قادری کو مارشل لاء کورٹ سے سزاءِ موت دی گئی۔ ان تمام حالات کے باوجود ان رہبرانِ ملت کے پاؤں میں لغزش نہ آئی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک اس کے بعض نام نہاد شرکاء اور تنظیم کی خرابی کی وجہ سے ناکام ضرور ہوئی لیکن یہ بھی ایسا بیج بو گئی تھی جس کا پھل کبھی نہ کبھی آنا ضرور تھا۔ خدا کا شکر ہے اس بیج کی آبیاری نوجوان طلبہ نے شروع کی۔ اس میں علماء اور عوام شامل ہو گئے اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اس کا پھل نہ صرف اسلامیانِ پاکستان کو بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ کو ملا یہ کیوں اور کیسے ملا،

کھیت کی کس کس نے آبیاری کی، کون اس کے شکریہ کے حقدار ہیں ۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے جو قومی اسمبلی کا پورا ریکارڈ مل جانے پر انشاء اللہ پیش کی جائے گی ۔

یہاں مختصراً اس ضمن میں جو کاروائی علمائے اہلسنت اور دیگر افراد کی طرف سے کی گئی اور حکومت کا رویہ کیسا رہا اس کی روداد اپنی معلومات کی بناء پر جو میں نے اراکین قومی اسمبلی بالخصوص مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالمصطفٰے الازہری سے حاصل کی ہیں، پیش کرتا ہوں ۔ تحریک کی کامیابی کے آخری دنوں یعنی ۴ ستمبر ۱۹۷۴ء سے ۸ ستمبر ۱۹۷۴ء تک میں بھی اسلام آباد میں مقیم تھا ۔ اس لئے آخری وقت کی کاروائیوں سے کچھ نہ کچھ میں نے ذاتی طور پر واقفیت حاصل کی ہے ۔

قوم کے نام ۱۲ جون ۱۹۷۴ء کو جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ایک لمبی تقریر نشر کی ۔ میں اس تقریر پر فی الوقت تبصرہ نہیں کرنا چاہتا ۔ عوام کو معلوم ہے کہ بھٹو صاحب کیسی تقریر کرتے تھے اور کیا کیا الفاظ استعمال کرتے تھے ۔ بہرحال انہیں موقع کی سنگینی اور نزاکت کا احساس ہوا، پنجاب آگ میں جلنے لگا، چاروں صوبوں میں تحریک زور پکڑتی گئی، گرفتاریاں اور مار دھاڑ شروع ہو گئی، پولیس اور سیکورٹی فورس حرکت میں آ گئی، ملک کی پوری انتظامیہ لاء اینڈ آرڈر کے بہانے عوام کے ساتھ سختیوں اور تشدد پر اُتر آئی ۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے بھٹو صاحب نے یہ وعدہ فرمایا کہ اسے جمہوری طریقہ سے طے کیا جائے اس لئے یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں ۳۰ جون کو پیش کر دیا جائے گا ۔ وہ جو فیصلہ کرے گی وہ مجھے بھی اور پوری قوم کو قابل قبول ہو گا ۔

پاکستان کے تمام مسلمان یہ جانتے ہیں کہ قادیانی مُرتد اور کافر ہیں، نئے فتوے کی ضرورت نہیں علماءِ کرام اپنی حجتیں تمام کر چکے ہیں ۔ مسئلہ صرف یہ تھا کہ انہیں بحیثیتِ مسلمان کے پاکستان میں تبلیغ کرتے رہنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ۔ ہاں غیر مسلم کی حیثیت سے ان کی جان و مال کا تحفظ کیا جا سکتا ہے لیکن منافق کی حیثیت سے رہنے کا اختیار نہیں دیا جا سکتا چونکہ پاکستان میں عظیم اکثریت مسلمانوں کی ہے جو حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی تصور کرتے ہیں اور ان کے بعد کسی قسم کی نبوت یا وحی کو تسلیم نہیں کرتے اور اسے کُفر اور ارتداد تصور کرتے ہیں اس لئے اس عقیدے کے خلاف جو لوگ بھی ہیں وہ بھی کافر مرتد ہیں وہ اپنے کو مسلمان نہیں کہہ سکتے چونکہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے اس لئے اسلام

کے بُنیادی عقیدہ کے خلاف کسی منافق کو تبلیغ کی اجازت نہیں دی جا سکتی ۔ لازمی طور پر قادیانیوں اور احمدیوں کو غیر مسلم آئینی حیثیت سے قرار دیا جائے تاکہ پاکستان سازش سے بچ سکے اور مسلمان اپنے دین و ایمان کا تحفظ کر سکیں ۔

وزیرِ اعظم نے جمہوریت کے سہارے اس بُنیادی مسئلہ کے لئے بھی مہلت چاہی حالانکہ جمہوری اداروں کے ذریعے اسلامی مملکت میں بُنیادی عقائد طے نہیں کئے جاتے ۔ اسلام میں جمہوریت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قائم کردہ حدود کے اندر ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ جو چیز اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حرام کی ہے وہ اکثریت سے حلال ہو جائے اور حلال حرام ہو جائے ۔ اسی طرح اللہ جلّ مجدہٗ کی واحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی آخری نبوّت اور رسالت ، قرآن کی آخری وحیٔ الٰہی ہونے کے متعلق فیصلہ یا قیامت کے قائم ہوئے یا نہ ہونے کا فیصلہ ۔ اس قسم کی بُنیادی باتیں مغربی طرز کی اکثریتی جمہوریت کے طور پر طے نہیں ہوتیں ۔ بہرحال حکومت نے وقت لیا ، ادھر تحریک پھر زور شور سے چلنے لگی ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاتمیت پر ایمان رکھنے والے مختلف الخیال لوگ ایک جگہ اکٹھا ہو گئے ۔ اس میں اہلِ سُنت کے علاوہ دیوبندی ، وہابی ، اہلحدیث اور شیعہ حضرات بھی شامل ہوئے ۔ اس کے علاوہ سیاسی جماعتوں کے افراد مثلاً نیشنل عوامی پارٹی، مسلم لیگ ، خاکسار ، جمعیت علمائے پاکستان ، جمعیت العلماء اسلام (مُفتی گروپ) جماعت اسلامی وغیرہ نے بھی مُتحد ہو کر کام شروع کیا اور اس طرح ایک مرکزی مجلس عمل تحفظ ختمِ نبوّت کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔ "مرکزی مجلسِ عمل" کے صدر دیوبندی مکتبۂ فکر کے مولانا بنوری کراچی منتخب ہوئے اور اس کے جنرل سیکرٹری سوادِ اعظم اہلسنت کے مشہور عالم مولانا سیّد محمود احمد رضوی خلف الرشید حضرت مولانا سیّد ابوالبرکات مدظلہ العالی حزب الاحناف لاہور منتخب ہوئے ، مجلس عمل میں مختلف جماعتوں کو نمائندگی دی گئی۔

عملی طور پر اس مجلس میں جن لوگوں نے حصہ نہیں لیا وہ یہ ہیں :

غلام غوث ہزاروی گروپ جو مُفتی محمود سے الگ ہو کر حکومت کا کاسہ لیسی کرنے میں علماء کا وقار سمجھتا ہے ۔ مولوی احتشام الحق تھانوی اور ان کی مختصر سی جماعت نیز تحریک استقلال بحیثیت جماعت مجلس عمل میں شریک نہیں ہوئی البتہ انفرادی ور پر تحریکِ استقلال کے ایک رہنما صاحبزادہ احمد رضا قصوری (ایم این اے) مجلسِ عمل کے رہنماؤں کے ساتھ تحریک کی حمایت کرتے رہے

اور قومی اسمبلی میں ختم نبوت کا نعرہ بلند کیا اور قادیانیوں کے خلاف تقریریں کیں۔

اس کے علاوہ کچھ خالص سرکاری کاسہ لیس مولوی مثلاً جمعیت علماء اسلام (حقیقی) نام نہاد جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ بزعمِ خود صاحبزادہ سیّد فیض الحسن صاحب آلومہار شریف والے ہیں۔ نیز چند مشہور اور معروف خوشامدی مولوی ان تمام کا ذکر فضول ہے۔ یہ لوگ حکومت کے اشارے کے منتظر رہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے نہ جانے انہیں کتنا لگاؤ ہے اور موجودہ حکومت کے افراد بالخصوص میں بھٹو صاحب سے یہ لوگ کتنا قریب ہیں اس کا فیصلہ عوام خود کر سکتے ہیں، کبھی کبھی ان لوگوں نے بھی قادیانیوں کے خلاف گول مول بیانات دیئے لیکن کھُل کر کبھی سامنے نہ آئے۔

"مرکزی مجلسِ عمل" نے اپنا کام تیزی سے شروع کیا۔ بالخصوص پنجاب میں بڑا زور شور ہوا، مسجدوں، محرابوں اور منبروں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مقبت شروع ہوئے ان کے مقام کی فضیلت بیان کی گئی، جلوس نکالے گئے، مجلس عمل نے چند صاف اور واضح مطالبات رکھے، وہ یہ ہیں:

(۱) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ (۲) ربوہ کو کھُلا شہر قرار دیا جائے۔

(۳) قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔

ویسے تمام جماعتوں کے لوگوں نے جو اس تحریک میں ساتھ تھے اپنا اپنا کردار ادا کیا لیکن سوادِ اعظم اہلسنت نے جتنا اسے حق تھا وہ حق ادا کیا۔ علماء اور خطباء پُورے ملک میں اپنی تقریر و تحریر کے ذریعے مسئلہ کی اہمیت کو واضح کرنے لگے۔ سندھ میں مجلسِ عمل کا صدر جناب صوفی محمد ایاز خان صاحب نیازی صدر جمعیت علماء پاکستان (کراچی ڈویژن) کو بنایا گیا۔ جنہوں نے اس صوبہ کے تمام اضلاع میں مجلس عمل کی بنیاد ڈالی، دورے کئے اور مسئلہ سے عوام کو روشناس کرایا اور حکومت پر دباؤ ڈالا کہ وہ اس مسئلہ کو التواء میں نہ ڈالے اور پنجاب میں مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی اور مولانا عبدالمصطفٰے الازہری، مولانا سیّد محمد علی رضوی، مولانا محمد ذاکر صاحب اور مفتی ظفر علی نعمانی (سینیٹر) دو محاذوں پر لڑ رہے تھے۔ پُورے صوبے کا دورہ بھی کر رہے تھے اور اسمبلی کی کاراوائیوں میں برابر کے شریک رہے۔ ان حضرات کے ساتھ بطلِ حُریت جانبازِ ختمِ نبوت مولانا عبدالستار نیازی جنھیں ۱۹۵۳ء کی تحریک میں پھانسی کی سزا دی گئی تھی بھی شامل ہوئے اور پُورے پنجاب میں ان علماء اور انجمن طلباء اسلام کے سپوتوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کے عشق و محبت کا اپنی بساط سے زیادہ حق ادا کیا۔ انجمن طلباءِ اسلام پنجاب کے صدر اقبال اظہری، محمد خان لغاری سیکرٹری نشرو اشاعت، قاری عطا اللہ نائب ناظم، رانا لیاقت ناظم لاہور، ارتضیٰ اشرفی ناظم اوکاڑہ، عبدالرحمن مجاہد، سندھ کے حافظ محمد تقی، افضال قریشی، محمد حنیف طیب، علماء میں مجاہدِ اہلسنت صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی اسیر ہوئے اور ضمانت پر رہائی سے انکار کر دیا، سخت اذیتوں میں مبتلا کئے گئے، جمعیت علماءِ پاکستان پنجاب کے صدر مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا محمد بشیر چشتی خطیب پنڈی گھیپ کو بھی اسیری کا شرف حاصل ہوا۔

ان مشاہیر کے علاوہ سینکڑوں خُطباء اور ائمہ قید و بند میں ڈالے گئے۔ باوجود حکومت کے تشدد اور پابندی کے ان علماء نے آوازِ حق کو بلند کیا، لاؤڈ سپیکر پر پابندی لگ گئی، مسجدوں میں جلسے سے روک دیا گیا، پُورے ملک میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہو گیا اور اس طرح ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پُوری شدت سے روکا گیا، لاٹھی چارج ہوا، آنسو گیس چھوڑی گئی، گولیاں چلیں، پنجاب کے بعض علاقوں میں خود ایس پی اور ڈی ایس پی نے گولیاں چلائیں۔ چالیس کے قریب افراد نے راہِ حق میں جام شہادت نوش کیا۔ یہ تمام کام باہر ہو رہے تھے اور اندر حکومت مشورے کر رہی تھی، تین روز کے کام میں یہ مسلسل تین مہینہ کا عرصہ لگایا گیا۔ اس اثناء میں بھٹو صاحب نے بلوچستان کا دورہ کیا، وہاں کے غیور بلوچ اور پٹھانوں نے قادیانیوں کے متعلق اپنے ردِعمل کا اظہار کیا تو بھٹو صاحب نے فوری طور پر ایک تاریخ مقرر کر دی، وہ غالباً اگست ۱۹۷۴ء آخری کوئی تاریخ مقرر کی گئی۔ علماء، طلباء اور عوام نے جو عظیم جدوجہد کی اس کے نتیجہ میں اراکینِ قومی اسمبلی بھٹو صاحب سمیت اس مسئلہ کو عامۃُ المسلمین کی خواہشات کے مطابق حل کرنے کو تیار ہو گئے۔

اسمبلی کی کاروائی

مسئلہ ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو دو قراردادوں کی شکل میں اسمبلی میں پیش ہوا۔ ایک قرارداد عبدالحفیظ پیرزادہ نے پیش کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت پر جو یقین نہیں رکھتا اور ان کے بعد کسی دوسرے کو نبی یا مصلح تصور کرتا ہے، ان کی حیثیت کا تعین کیا جائے۔ دوسری قرارداد مولانا شاہ احمد نورانی (ممبر قومی اسمبلی و پارلیمانی لیڈر جمعیت علماءِ پاکستان، جنرل سیکرٹری متحدہ حزبِ اختلاف قومی اسمبلی و صدر جمعیت علماء پاکستان اور صدر ورلڈ اسلامک مشن) نے حزبِ اختلاف کے بائیس افراد کے دستخط سے جو بعد میں ۳۷ ہوئی،

پیش کی ۔ اس قرارداد پر نیشنل عوامی پارٹی کے افراد نے بھی دستخط کئے۔ مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحکیم (دیوبندی مکتبۂ فکر) نے حزبِ اختلاف کی اس قرارداد پر دستخط نہیں کئے۔

قرارداد کا متن

ہرگاہ کہ یہ ایک مُسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ نیز ہرگاہ کہ نبی ہونے کے اس جھوٹے اعلان میں بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کوششیں، اسلام کے بڑے بڑے احکامات کے خلاف غداری تھی۔ نیز ہرگاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جُھٹلانا تھا۔ نیز ہرگاہ کہ پُوری اُمتِ مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار چاہے وہ مرزا غلام احمد مذکور کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اسے اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی صورت میں بھی گردانتے ہوں دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ نیز ہرگاہ کہ ان کے پیروکار چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے مسلمانوں کے ساتھ گُھل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

نیز ہرگاہ کہ عالمی مسلم تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو مکۃ مکرمہ کے مقدس شہر میں ۶ اور ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دُنیا بھر کے تمام حصّوں سے ۱۴۰ مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی، متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانی اسلام اور عالمِ اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے، جو کہ ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔

اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنی چاہیئے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار انہیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو موثر بنانے کے لئے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترامیم کی جائیں۔

قرارداد پر مندرجہ ذیل افراد نے دستخط کئے

(۱) مولانا شاہ احمد نُورانی۔ (۲) مولانا مُفتی محمود۔

(۳) مولانا سیّد محمد علی رضوی۔ (۴) چودھری ظہور الٰہی

(۵) مولانا عبدالمصطفٰے الازہری۔ (۶) پروفیسر غفور احمد

(۷) مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)۔
(۸) سردار شیرباز خان مزاری۔
(۹) مولانا ظفر احمد انصاری۔
(۱۰) صاحبزادہ احمد رضا قصوری۔
(۱۱) مولانا صدرالشہید۔
(۱۲) جناب عمرہ خان۔
(۱۳) سردار شوکت حیات خان۔
(۱۴) راؤ خورشید علی خان۔
(۱۵) جناب عبدالحمید جتوئی۔
(۱۶) جناب محمود اعظم فاروقی
(۱۷) مولوی نعمت اللہ۔
(۱۸) سردار مولا بخش سومرو۔
(۱۹) حاجی علی احمد تالپور۔
(۲۰) رئیس عطا محمد مری۔
(۲۱) مخدوم نور محمد ہاشمی صاحب۔
(۲۲) جناب غلام فاروق۔

بعد میں قرارداد پر مندرجہ ذیل مزید افراد نے دستخط کئے

(۲۳) نوابزادہ میاں محمد ذاکر قریشی۔
(۲۴) جناب کریم بخش اعوان۔
(۲۵) مہر غلام حیدر بھروانہ۔
(۲۶) صاحبزادہ صفی اللہ۔
(۲۷) ملک جہانگیر خان۔
(۲۸) جناب اکبر خان مہمند۔
(۲۹) حاجی صالح خان۔
(۳۰) خواجہ جمال محمد کوریجہ۔
(۳۱) جناب غلام حسن خان دھاندلہ۔
(۳۲) صاحبزادہ محمد نذیر سلطان۔
(۳۳) میاں محمد ابراہیم برق۔
(۳۴) صاحبزادہ نعمت اللہ خان شنواری۔
(۳۵) عبدالسبحان خان۔
(۳۶) میجر جنرل جمالدار۔
(۳۷) جناب عبدالمالک خان۔

قرارداد اسمبلی میں غور کے لئے پیش ہونے کے لئے بعد پوری اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا۔ نیز چند لیڈروں پر مشتمل ایک رہبر کمیٹی بنائی گئی جس میں مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، مفتی محمود وغیرہ شامل تھے، حکومت کی طرف سے عبدالحفیظ پیرزادہ نیز مولانا کوثر نیازی شامل کئے گئے تھے۔ ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کے بعد کمیٹی کے مسلسل اجلاس شروع ہوئے اور قراردادوں پر غور کرنے کے لئے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا۔ اسی اثناء میں قادیانی ربوہ گروپ اور لاہوری گروپ کے سربراہوں کا ایک خط کمیٹی میں پیش کیا گیا جس میں مرزا ناصر احمد ربوہ گروپ نے اور لاہوری گروپ کے سربراہ صدرالدین نے اپنی صفائی پیش کرنے اور اپنے عقائد کی وضاحت کے لئے حاضری کی اجازت مانگی، کمیٹی نے خوشی سے اجازت دے دی۔

مرزا ناصر احمد ایک محضر نامہ کے ساتھ جو ۱۸۰ صفحات پر مشتمل تھا، حاضر ہوا۔ خُدا کی قُدرت اور نبیؐ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا معجزہ دیکھیے جس وقت مرزا نے محضر نامہ پڑھنا شروع کیا اسمبلی کے اس بند ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں اوپر کے چھوٹے پنکھے سے ایک پرندے کا پر جو غلاظت سے بھرا ہوا تھا سیدھا محضر نامہ پر گرا جس پر وہ چونک پڑا اور کہا I am disturb سارے اراکین اسمبلی یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی چیز اوپر سے اس طریقے سے گرے۔ بہرحال محضرنامہ پڑھا گیا اس پر کمیٹی کے علماء اور دیگر افراد نے سوال نامہ مُرتب کیا اور نیز علماءِ اہلسنت کی طرف سے محضرنامہ کا جواب دیا گیا۔ مولوی غلام غوث ہزاروی نے بھی محضرنامہ کا اپنی طرف سے الگ جواب یا۔ سوالوں کی تعداد طویل تھی۔ تقریباً ۷۵ سوالات صرف علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا سید محمد علی رضوی اور مولانا ذاکر صاحب کی طرف سے پیش کیے گئے۔ اس کے علاوہ اور سوالات بھی دیگر اراکین کی طرف سے پیش ہوئے اور کل تقریباً ایک سو ستر سوال کیے گئے۔

سوالات لکھ کر اسمبلی کے سیکرٹری کو دیے گئے اور ان سوالات کو پوچھنے کی ذمہ داری اٹارنی جنرل پاکستان جناب یحییٰ بختیار کے سپرد کی گئی۔ مسلسل گیارہ روز تک مرزا ناصر سے جرح ہوتی رہی اور سوال اور جوابی سوال کیا جاتا رہا۔ مرزا کو صفائی پیش کرتے کرتے پسینہ چھُوٹ جاتا اور آخر تنگ ہو کر کہہ دیتا کہ بس اب میں تھک گیا ہوں۔ ایئرکنڈیشنڈ کمرے میں پچاس سے زائد گلاس پانی کے مرزا ناصر روزانہ پیتا تھا۔ اسے یہ گمان نہیں تھا کہ اس طرح عدالتی کٹہرے میں بٹھا کر جرح کی جائے گی۔ سوالات اور جرح کی کاروائی چونکہ ابھی پوشیدہ رکھی گئی ہے اس لئے اس کی تفصیلات بیان نہیں کی جا سکتی۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ وہ اپنا عقیدہ خود اراکین اسمبلی کے سامنے بیان کر گیا اور اس بات کا اعلان کر گیا مرزا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد مسیح موعود اور اُمتی نبی ہے۔ جن اراکین اسمبلی کو قادیانیوں کے متعلق حقائق نہیں معلوم تھے انہیں بھی معلوم ہو گئے اور انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ دراصل یہ لوگ کافر، مُرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

جس طرح ان قادیانیوں نے قرآن اور حدیث کی توضیح اور من مانی اور تشریح کی ہے اس طرح مرزا ناصر، مرزا غلام احمد کے اقوال اور تحریرات کی توجیع بیان کر رہا تھا۔ بہرحال اللہ کا شکر ہے کہ وہ اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکا بلکہ اور زیادہ ذلیل و رسوا ہوا۔ نئی تہذیب اور تعلیم

کے لوگ جو مذہبی مسائل کو دقیانوسی شمار کرتے ہیں اور اس مسئلہ کو خالص فرقہ وارانہ شیعہ، سنی یا وہابی کا مسئلہ سمجھتے تھے وہ بھی اس بات کے قائل ہو گئے کہ یہ لوگ ایک الگ مذہب کا پرچار کر رہے ہیں اور یہ اسلام کے خلاف ایک زبردست سازش ہے۔

مولانا شاہ احمد نُورانی، مولانا عبدالمصطفےٰ الازہری، مولانا سیّد محمد علی رضوی اور اس ضعیفی اور علالت میں مولانا ذاکر صاحب نے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کے اوراق میں سُنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ مولانا نُورانی نے اس تین ماہ کے دوران تقریباً پنجاب کے علاقہ میں چالیس ہزار میل کا دورہ کیا، رات رات بھر دورے کرتے رہے، تقریریں کیں، مسلمانانِ اہلسنت کو حقائق سے روشناس کرایا اور پھر اسمبلی کی کمیٹی اور رہبر کمیٹی میں فرائض سر انجام دیئے۔ سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا، ان کے محضرنامہ کے جواب کی تیاری کی۔ علامہ عبدالمصطفےٰ الازہری، مولانا محمد علی رضوی اور مولانا ذاکر نے سوالات اور جوابی سوالات تیار کئے، مسلسل مہینوں اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد میں مقیم رہے۔ حکومت اور بالخصوص جناب ذوالفقار علی بھٹو کا رویہ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس پُوری تحریک کے دوران ان کی جماعت کے لوگوں نے کُھل کر عوام کے سامنے نہ کوئی تقریر کی اور نہ عوام کے اس مُطالبہ کی حمایت کی ہاں کمیٹی اور رہبر کمیٹی کو طول دینے کا فریضہ ضرور انجام دیا۔ پُورے ملک میں زور شور سے تحریک چل رہی تھی اور حکومت طاقت استعمال کر رہی تھی۔ جگہ جگہ ظلم و تشدد کی پُرانی داستان دُہرائی گئی، بے گُناہ لوگوں پر گولیاں برسائی گئیں، جلسہ جلوس پر پابندی عائد کر دی گئی حتیٰ کہ مسجدوں میں بھی لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر پابندی عائد کی گئی۔

پنجاب تو پنجاب سندھ میں بھی ہی رویہ اختیار کیا گیا۔ میں خود سندھ میں متعدد شہروں اور قصبات میں گیا، جلسوں سے خطاب کیا، بعض جگہوں پر لاؤڈ سپیکر زبردستی استعمال کیا لیکن یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ٹنڈو آدم کی مسجد میں "مجلس عمل تحفظ ختم نبوت" صوبہ سندھ کا ایک جلسہ تھا جس میں مجھے اور مولانا محمد حسن حقانی ایم پی اے کراچی کو خطاب کرنا تھا، رات کو جب ہم لوگ بذریعہ کار ٹنڈو آدم پہنچے تو معلوم ہوا کہ فلاں مسجد میں ہے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ بغیر لاؤڈ سپیکر جلسہ ہو رہا ہے۔ پُورے شہر میں مسجدوں میں لوگ ڈر کے مارے جلسہ کرانے سے گھبرا رہے تھے۔ دہشت گردی کی اس بڑی مثال اور کیا مل سکتی ہے۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں گرفتار ہوئے، اسلام آباد میں میری موجودگی میں گورنمنٹ ہاسٹل کے سامنے ایک جلوس پر آنسو گیس کے

شیل پھینکے گئے، لاٹھی چارج ہوا یہاں تک کہ ہاسٹل کے اندر جہاں اراکین قومی اسمبلی ٹھہرے ہوئے تھے شیل پھینکے گئے یہ واقعہ ہونے سے ہم ہوسٹل سے باہر نہ نکل سکے اس لئے کہ شیل کے دھوئیں کی وجہ سے آنکھیں کھولنی مشکل ہو گئیں تھیں۔

اوکاڑہ، ساہیوال، جہلم، گجرات، سرگودھا، لائلپور میں جو کچھ ہوا وہ حکومت کے کارناموں کا بدترین ریکارڈ ہے۔ سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آخر ختم نبوت کے عقیدہ کی تبلیغ سے کیا نقصان پہنچ رہا تھا۔ اِدھر تو تحریر و تقریر پر پابندی عائد کی گئی، اخباروں پر سنسر لگا دیا گیا اُدھر قادیانیوں کو کھلی چھٹی تھی کہ وہ جو چاہیں اپنے اخباروں اور رسالوں میں لکھ دیں جس طرح چاہیں سائکلو سٹائل مضامین خطوط کے ذریعے عام مسلمانوں کو بھیجیں اور گمراہ کریں۔ سوادِ اعظم کوئی اشتہار کتابچہ چھاپے تو اس پر پابندی تھی۔

اسلام دوستی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی کا مظاہرہ:

اس تحریک کی ساری کامیابی کا اعزاز صرف اور صرف عامۃ المسلمین بالخصوص سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت کے عقیدہ رکھنے والوں کو جاتا ہے جنہوں نے اپنی انتھک کوششوں سے حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ قابلِ مبارک باد ہیں ۱۹۵۳ء کے شہداء اور اسیران، قابلِ مبارکباد ہیں علماء و طلباء، قابلِ مبارکباد ہیں وہ شُہدا جن کا خون اس تحریک میں بہا، قابلِ مبارکباد ہیں وہ لوگ جنہوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور پھر وہ لوگ جو قومی اسمبلی کے اراکین ہیں بالخصوص وہ علماء جنہوں نے اس میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا اور اپنا دن رات ایک کر دیا۔ حکومت کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ مسئلہ کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے مجبوراً گھٹنے ٹیک دے۔ بالخصوص پنجاب کے عوام نے بھٹو صاحب کے ہوش اڑا دیئے اور جہاں تک معلوم ہوا ہے، یہ بھی ہوا کہ پولیس نے اس مسئلہ کی مدد سے معذوری ظاہر کر دی۔ بھٹو صاحب خود کہاں تک اس مسئلہ سے دلچسپی رکھتے تھے اس کا اندازہ ان کی تقریروں سے اور بالخصوص آخری تقریر سے جو اس مسئلہ پر انہوں نے اسمبلی میں کی، ہوتا ہے۔ آخری تقریر میں، انہوں نے اس میں شک نہیں کہ اسے مسلمانوں کا دیرینہ مطالبہ قرار دیا۔ پرانا مسئلہ بتایا لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کے تحفظ کا مسئلہ ہے، ناموسِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مسئلہ ہے، مسلمانوں کے ایمان اور عقیدہ کا مسئلہ ہے ادھر وہ یہ مسئلہ حل کر رہے ہیں دوسری طرف سیکولرازم اور سوشلزم کا نام بھی لے رہے ہیں۔ معلوم نہیں بیک وقت

بھٹو صاحب کس کس کو خوش کرنا چاہتے ہیں ؟ سوشلزم سوشلزم زبان پر اب بھی جاری ہے لیکن اتنی بھی ہمت نہ ہو سکی کہ اس لفظ کو آئین میں جگہ دلا سکیں ۔ برخلاف اس کے مولانا شاہ احمد نورانی اور دیگر علماء کی جدوجہد سے اسلام کو سرکاری مذہب ماننا پڑا ، مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کرنا پڑی اور اب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا پڑا ۔

بھٹو صاحب آخر وقت تک راضی نہیں ہو رہے تھے ۔ کبھی اعتراض یہ تھا کہ لفظ قادیانی احمدی نہیں آنا چاہیئے ، کبھی غلام احمد کے نام پر اعتراض ، غرض یہ کہ ۵ ستمبر ۱۹۷۴ء سے رہبر کمیٹی کے افراد مولانا شاہ احمد نورانی ، پروفیسر غفور احمد صاحب ، مفتی محمود صاحب ، عبدالحفیظ پیرزادہ ، مولانا کوثر نیازی اور مولانا الٰہی بخش سومرو صاحب ، جناب غلام فاروق صاحب اور چودھری ظہور الٰہی صاحب کی میٹنگ بھٹو صاحب کے یہاں شروع ہوئی ۔ ۵ کو دو میٹنگ ہوئیں ، مسئلہ طے نہیں ہوا ۔ ۶ کو دو میٹنگ ہوئیں ادھر مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا راولپنڈی میں مسلسل اجلاس ہو رہا تھا ، سارے لوگ فیصلے کے منتظر تھے ، پوری قوم لڑنے مرنے کو تیار تھی ، پورے ملک کے کونے کونے میں فوج تعینات کر دی گئی ۔ آخر کار ۶ ستمبر کا دن گزر کر شب میں تقریباً ۱۲ بجے بھٹو صاحب کی سرکاری قیام گاہ راولپنڈی میں یہ مسئلہ طے ہوا اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ۴ بجے قومی اسمبلی کے اجلاس میں آئین میں فوری ترمیم منظور کی گئی اور اس روز ۷ بجے شب میں سینٹ نے اس کی توثیق کر دی ۔

بھٹو صاحب نے کیسے مانا ، کیا باتیں ہوئیں ، یہ انشاء اللہ بعد میں کسی وقت تفصیل سے تحریر کیا جائے گا ، جب اسمبلی کی تمام کاروائی کو بھی شائع کرنے کی اجازت ممکن ہو جائے ، ابھی تمام باتیں صیغہ راز میں رکھی گئی ہیں ۔ اب میں آخر میں ان ترامیم کی طرف آتا ہوں جو آئین میں کی گئی ہیں ۔ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے قراردادوں پر غور کرنے نیز پوری کاروائی مکمل کرنے کے بعد اسمبلی کو متفقہ طور پر مندرجہ ذیل رپورٹ پیش کی ۔

(الف) پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترامیم کی جائیں ۔

(اول) دفعہ ۱۰۶ (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے ۔

(دوم) دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق کے ذریعہ منکرین ختم نبوت کی تعریف درج کی جائے ۔

مذکورہ بالا سفارشات کے لئے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون

منسلک ہے۔

(ب) کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ الف میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے۔

تشریح۔

کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی شق (۳) کی تصریحات کے مطابق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ کی تبلیغ کرے وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہو گا۔

(ج) کہ منفقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں منتخب قانون اور ضابطے کی ترمیمات کی جائیں۔

(د) کہ پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں کی جان و مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔

اس رپورٹ کے بعد قومی اسمبلی ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ۴:۳۰ بجے مندرجہ ذیل مسودۂ قانون پیش کیا گیا اور متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔

(۱) مختصر عنوان اور آغاز نفاذ۔

(۱) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔

(۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہو گا۔

(۲) آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم و اسلامی جمہوریہ پاکستان کی دفعہ ۱۰۶ کی شق (۳) میں لفظ "اشخاص" کے بعد الفاظ اور توبین اور قادیانی جماعت لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) درج کئے جائیں گے۔

آئین کی اس دفعہ میں دراصل غیر مسلم اقلیتوں کو صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی مختص کرنے کا ذکر ہے۔ اس میں عیسائی، پارسائی، ہندو، بدھ اور اچھوت کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے لئے مختلف صوبوں میں نشستیں مختص کی گئی ہیں۔ اچھوتوں سے پہلے قادیانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۳) آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم آئین کی دفعہ ۲۶۰ شق (۲) کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی جائے گی یعنی (جو شخص محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جو آخری نبی ہیں، خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی

باقی صفحہ ۲۷ پر

غزل

محمد سفیان صفی

جُدائی راستہ روکے کھڑی تھی
وگرنہ سامنے منزل پڑی تھی

وہاں بھی پائی میں نے سربُلندی
جہاں ہر شے میرے قد سے بڑی تھی

جہاں بھی اس کے چشمِ لب تھے خنداں
وہاں پر آزمائش بھی کڑی تھی

مہکتے تھے پروں کے رنگ سارے
وہ تتلی روشنی کی پنکھڑی تھی

دیئے کی آنکھ میں محفوظ ہُوں میں
دیئے کی روشنی مجُھ پر پڑی تھی

کفِ قاتل پہ سب لکھا ہوا ہے
بقا کی جنگ کس نے کب لڑی تھی

گذشتہ سے پیوستہ

شہہ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مشاہیر کی نظر میں

پرنسپل (ریٹائرڈ) الحاج صُوفی مشتاق احمد صدیقی

نعت نبی جو کہنا ہو تو باوضو کہو
وجد و سرور و کیف میں تم ڈوب کر کہو
آنکھیں بھی باوضو ہوں تو دل بھی ہو سجدہ ریز
ہر سانس تیری عشقِ نبی سے ہو عطر بیز
بایں ہامہ جو کہنا چاہو نعتِ مصطفےٰ
واللہ نہ کر سکو گے تم مدحت کا حق ادا
مدحت شہہ لولاک کی جب خود خدا کرے
بندے کی کیا بساط کہ وہ حق ادا کرے

کائنات کا خالق و مالک اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت شان اور بلندئ درجات کی وضاحت کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (سورۃ النساء) اے لوگو! غور سے سُنو) جس کسی نے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ جلّ جلالہٗ کی اطاعت کی۔ بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو مشروط کیا گیا ہے۔ اطاعتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ۔ بادی النظر میں یہ آیت کریمہ کا ایک مختصر حصہ ہے مگر معانی اور مطالب کے لحاظ سے کُوزے میں دریا بند ہے۔ اس میں ایمان والوں کے ایمان کی اساس کا ذکر ہے۔ خالق عزّو جل مسلمانوں کی توجیہ اس بُنیادی عقیدے کی طرف مبذول فرماتے ہیں "تم میری اطاعت اور فرمانبرداری کے دعوے میں اسی صورت میں سچّے ثابت ہو سکتے ہو۔ جبکہ تم رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مکمل اطاعت اور فرمانبرداری کرو" بالفاظِ دیگر حضور رسالتآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ تقدس مآب اسلام کا مرکز و محور ہے جو کوئی بھی اپنے مرکز کے ساتھ وابستہ رہا اور اپنے محور کے گرد خالق ذوالجلال کے مُقرر کردہ مدار پر گردش کرتا رہا اس نے گویا اپنے تخلیقی مقاصد کو پُورا کیا۔ نہ صرف اپنے مقصدِ تخلیق کے تقاضوں کو پورا کیا بلکہ درحقیقت خُداوندِ بزرگ و برتر کی اطاعت و فرمانبرداری کا حق ادا کیا اور جس نے اللہ جلّ جلالہٗ کی اطاعت کا حق ادا کیا اس سے خلاق دو جہاں راضی ہو گئے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن سے خالق و مالک راضی ہو جائے اور جن سے حق تعالیٰ راضی ہو جائے وہ اس کے پسندیدہ بندے کا مرتبہ حاصل کر لیتے ہیں اور رضائے الٰہی کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ انہی صفات کے حامل لوگوں کے حق میں ربّ العزت ارشاد فرماتے ہیں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (سورۃ المجادلہ) (خُدا ان لوگوں سے

راضی اور خوش اور وہ خدا سے راضی و خوش)

آیئے اب دیکھتے ہیں کہ عربی زبان کے متقدمین شعراءِ کرام میں سے ایک معروف شاعر شہاب الدین محمود الحلبی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں کس والہانہ عقیدت، جذب و شوق اور فراوانیٔ محبت اور ارادت کے جذبے سے سرشار ہو کر گُل ہائے عقیدت نذر کرتے ہیں، فرماتے ہیں

دارٌ یری نور الھدیٰ مُتالِقاً | یَھدی البَصائر مِن جمیع جِھاتِھا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ وہ پاک در ہے جہاں نُورِ ہدایت فروزاں ہے اور دل کی آنکھ کو ہر سمت سے روشنی ملتی ہے۔

والروضۃ الفیحاء یَعبِقُ نَشرھا | مِنْ جنۃ الفردوس عَن نفحاتِھا

اور وہ کشادہ ریاض الجنت جس کی عطر بیز ہوا جنت الفردوس کے جھونکوں سے سرشار رہتی ہے۔

ھل لی الیھا عودۃ اِعتدھا | لمکارم الایام خیر بھناتھا

کاش اس دیارِ پاک میں ایک بار پھر حاضری ہو جائے اور اس سفر کے لئے اپنے عزیز ترین لمحات زندگی کا بہترین سامان ہدیہ تیار رکھوں۔

وَاملی العین القریحۃَ بالذی | اَلیَسۃ الا فی خداعِ سَناتھا

اور میں تمناؤں سے پر اپنی چاہنے والی آنکھ کو اس دولت دیدار سے سیراب کروں جس سے مایوسی ہو چکی ہے اور صرف خواب ہی میں ملتی ہے۔

واقول یا خیر الوریٰ نفسی اتت | ترجوک فاقبلھا عَلیٰ عَلاتِھا

اور میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کروں کہ یا خیر الوریٰ! یہ غُلام حاضر ہے اب یہ جیسا بھی ہے (آپ کا نام لیوا ہے) اس کو قبول فرمالیجئے۔

صلی علیک اللہ ما ھبت صَبا | فاختالت الاغصان فی عَذباتِھا

اللہ جلّ جلالہٗ کا آپ پر درود و سلام ہو جب تک کہ نسیم سحر چلتی رہے اور شاخیں جھومتی رہیں۔

وَھل صباح اری فیہ قباب | قبا کانھا بین ساجی نخلہٖ شھب

کیا وہ صبح میری زندگی میں آئے گی جب "قبا" کے گنبدوں پر نظر پڑے گی جو کھجوروں کے جھنڈ کے درمیان چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہوں گے۔

وأثم الترب اجلالا لديه وهل | ثم الترب يودی بعض ما يجب

کیا یہ میرے نصیب میں ہوگا کہ اس خاک پاک کو عزت و احترام سے چوموں گا مگر کیا یہ خاک بوسی غلامی کا کچھ بھی حق ادا کر سکتی ہے۔

هناك تطفا اشجانی و تبرأ جفانی | و تذهب عنی هذه الكرب

وہاں دل کی آگ بجھے گی، پلکیں آنسوؤں سے ٹھنڈی ہوں گی اور دل کے سارے اندوہ کافور ہو جائیں گے۔

محمد سيد السادات اكرم من | علت بمثله فوق الورىٰ الرتب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہے جو تمام سرداروں کے سردار ہیں اور جن جن پیغمبروں کے لائے ہوئے دین سے دُنیا میں روشنی پھیلی ان سب کے امام اور ان سب میں عالی مقام ہیں۔

محمد المصطفى الهادی الذی شهدت | ببعثه انبياء الله والكتب

آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ہادیٔ برحق ہیں جن کی نبوت کی شہادت تمام انبیاءِ سابقین اور ہر آسمانی صحیفہ نے دی۔

غیر مسلم مشاہیر، مفکرین اور صاحبانِ علم و دانش نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ، اسلامی تعلیمات کی آفاقی صداقتوں، نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکارم اخلاق کی عظمت و تقدس کا مُشاہدہ بہ نظرِ عمیق کیا تو بغیر کسی ہچکچاہٹ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے نظم اور نثر دونوں میں عقیدت و محبت کے جذبات کا برملا اظہار کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے شریمتی کملا دیوی (بمبئی) نے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف کتنے دلپذیر انداز میں کی ہے کہ بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔

مہا سندر من موہن --- اے عرب کے مہا پرش (عظیم انسان) آپ مہا سُندر (بے انتہا حسین) من موہن (میرے دل کے محبوب) ہیں جن کی شکشا (ہدایت) سے مورتی پوجا (بت پرستی) مٹ گئی اور ایشور جھگتی (خُدا پرستی) کا دھیان پیدا ہوا۔ یہ آپ ہی کی کرپا (مہربانی) تھی کہ عرب دیش کے ظالم اور ڈاکو اعلیٰ درجہ کے مہنت اور سادھو (عابد و زاہد) بن گئے۔ اے مہا سُندر رشی (بہت ہی خوبصورت نبی) میں اس لئے آپ کے نام کی مالا جپتی (تعریف کرتی) ہوں کہ آپ نے عورت کی مٹی ہوئی عزت کو بچا لیا ہے اور اس کے حقوق تسلیم کئے --- بولو شری محمد کی جے"

ایک دُوسرے ہندو دانشور راجہ رادھا پرشاد سنہا بی اے ایل ایل بی آف تیلو تھو سٹیٹ

جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف میں یوں رطبُ اللسان ہیں

"پیکرِ شرم وحیاء اور مجموعہ محامد و محاسن

ہادیٔ عالم کا ہر قول و فعل استقامت اور راستی کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے اور آپ کا کوئی قدم بھی اخلاقِ حسنہ کے جادۂ مستقیم سے منحرف نہیں تھا۔ ہادیٔ برحق اور پیکرِ شرم وحیا کے جس واقعے اور جس بات پر بھی نظر ڈالیے وہ حکمتوں کا مجموعہ نظر آتی ہے۔ ابتدائے آفرینش سے آج تک کسی نے بھی آپ کی طرح اخلاق و مروت، تہذیب و شائستگی، متانت و سنجیدگی، شرم وحیاء، تحمل و برداشت، صبر و شکیب، ایفائے وعدہ، پابندیٔ عہد، ہمدردی، موانست کا ایسا زبردست اور مؤثر ثبوت بہم نہیں پہنچایا۔ مذہبی تاثرات سے قطع نظر جب ہم غور کرتے ہیں تو وہ ہستی محامد و محاسن کا مجموعہ نظر آتی ہے"

ایک مشہور روسی مُفکر کاؤنٹ ٹالسٹائی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمتِ فکر و نظر اور رُشد و ہدایت کی عظیم قوت اور بے مثال کامیابی کو کتنے مُدبرانہ الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں ملاحظہ کیجیے۔

"محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) ان عظیم الشان مُصلحین میں سے ہیں جنھوں نے اتحادِ اُمم کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ ان کے فخر کرنے کے لئے یہ بات بالکل کافی ہے کہ انھوں نے وحشی انسانوں کو نورِ حق کی جانب ہدایت کی اور ان کو اتحادی و صلح پسندی اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرنے والا بنا دیا اور ان کے لئے ترقی و تہذیب کے راستے کھول دیئے اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اتنا بڑا کام صرف ایک فردِ واحد کی ذات سے ظہور پذیر ہوا"

غیر مسلم دانشوروں نے نہ صرف نثر میں بلکہ نظم میں بھی حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح سرائی انتہائی عقیدت اور احترام کے ساتھ کی ہے، ملاحظہ کیجیے کس والہانہ انداز میں محترم جگن ناتھ آزاد سلام بحضور خیر الانام پیش کرتے ہیں، فرماتے ہیں

سلام اس ذاتِ اقدس پر سلام اس فخرِ دوراں پہ
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دُنیائے امکاں پر

سلام اس پر جو حامی بن کر آیا غم نصیبوں کا
رہا جو بیکسوں کا آسرا، مشفق غریبوں کا

مددگار و معاون بے بسوں کا، زیر دستوں کا
ضعیفوں کا سہارا اور محسن حق پرستوں کا

سلام اس پر جو آیا رحمۃ للعالمیں بن کر
پیامِ دوست لے کر صادق الوعدوا میں بن کر

سلام اس پر کہ جس کے نور سے پرنور ہے دُنیا
سلام اس پر کہ جس کے نطق سے مسحور ہے دُنیا

سلام اس پر جلائی شمع عرفاں جس نے سینوں میں — کیا حق کے لئے بے تاب سجدوں کو جبینوں میں
سلام اس پر بنایا جس نے دیوانوں کو فرزانہ — مے حکمت کا چھلکایا جہاں میں جس نے پیمانہ
بڑے چھوٹے میں جس نے اک اُخوت کی بِنا ڈالی — زمانے سے تمیزِ بندہ و آقا مٹا ڈالی
سلام اس پر فقیری میں نہاں تھی جس کی سُلطانی — رہی زیرِ قدم جس کے شکوہ و شان خاقانی
سلام اس پر جو ہے آسودہ زیرِ گنبدِ خضریٰ — زمانہ آج بھی ہے جس کے در پر ناصیہ فرسا
سلام اس پر کہ جس نے ظلم سہہ کر دعائیں دیں — وہ جس نے کھائے پتھر، گالیاں، اس پر دعائیں دیں
سلام اس ذاتِ اقدس پر حیات جاودانی کا — سلام آزاد کا، آزاد کی رنگیں بیانی کا

(جاری ہے)

بقیہ: قادیانیت پر آخری ضرب

مصلح تسلیم کرتا ہے، وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔

بیان اغراض و وجوہ

جیسا کہ کُل ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ وہ ہر شخص جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعیٔ نبوت کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا، اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

بقیہ: کوسوو، سربوں پر زمینی حملے

ضرورت اس امر کی ہے کہ اقوامِ متحدہ جو دُنیا میں امن و امان کے علاوہ انسانی حقوق کے تحفظ کی بھی دعویدار ہے، کوسوو کے مسلمانوں کی زندگیاں بچانے کے لئے سربوں کی بربریت کا سدباب کرنے اور اس مقصد کے لئے نیٹو سے سربیا پر زمینی حملے کرائے جائیں۔ جبکہ اسلامی ممالک کی تنظیم کو بھی پانی سر سے گذر جانے سے پہلے اس سلسلے میں کوئی موثر اور عملی قدم اُٹھانا چاہئیے بلکہ ضرورت اس امر کی بھی ہے کہ مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کے تحفظ کے لئے بھی آواز بلند کی جائے اور انہیں بھارتی ظلم و ستم سے بچانے کے لئے اور ان کا قتل عام بند کرانے کے لئے موثر اقدامات کئے جائیں۔

نفاذِ نظامِ مُصطفیٰ میں تاخیر کیوں؟

سیّد مُحمد یاسر بخاری

قُرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا الآیہ۔ (آل عمران ۱۰۳)

اور اللہ تعالیٰ کی رسی (قرآن مجید) مضبوط تھام لو سب مل کر، اور آپس میں پھٹ نہ جانا (کنزالایمان)

اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ جلالہٗ و عمّ نوالہٗ کے اس ارشاد مبارک کے معنیٰ و مفہوم پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دُنیوی اور اُخروی نجات صرف اور صرف مُتحد اور مُتفق ہو کر شریعتِ مُصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر عمل کرنے میں ہے جو سراسر دستورِ ربّانی اور احکاماتِ یزدانی پر مبنی ہے لیکن اختلافات و تنازعات سے صرف اور صرف اجتماعی نقصان اور نقضِ امن کی ہی توقع کی جا سکتی ہے۔

قرآنِ مجید کے مطالب و مفاہیم کی طرف عامۃُ النّاس کی صحیح رہنمائی کرنے والے حضرات، علمائے کرام ہی ہیں جنکی جدوجہد اور کوشش سے دینِ اسلام کی اشاعت ہوئی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واضح اور صریح حکم واعتصمو بحبل اللہ جمیعا الخ پر عمل کرنے میں ان حضرات نے کہاں تک رسائی حاصل کی؟ انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج علمائے کرام ہی آپس میں دست و گریبان ہیں۔ شارع علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا، بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا (آسانی کرو اور گرانی (مشکل) نہ (پیدا) کرو۔ بشارت دو اور خوف نہ دلاؤ)۔ لیکن آج یہی طبقہ علماء عوام النّاس کو مشکلات میں مُبتلا کر رہا ہے

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی پہ معاف | آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

یہی وجہ ہے کہ جب صُلحائے اُمّت میں باہم صلح و اتحاد نہیں تو عام لوگوں میں بھائی چارہ اور اتفاق کیسے قائم ہو؟ ایک شخص جو صاحبِ علم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ محراب و منبر بھی ہے اور دوہری ذمہ داری رکھتا ہے۔ لیکن جب وہ منبر پر بیٹھ کر اپنے ہی ایک مسلمان بھائی کے خلاف بات کرتا ہے۔ اس کی تکذیب کرتا ہے اس کو غلط ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے تو عام طبقہ اس سے کیا اخذ کرے گا لیکن مُلّا صاحب کی یہ سعئ لا حاصل اصلاح کی

طرف کسی قسم کا تعمیری کردار تو ادا نہ کر سکی البتہ بہت سے ذہنوں میں انتشار کی لہر ضرور دوڑ گئی۔

قصۂ مختصر یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عطا کردہ شریعت کیوں کر نافذ ہو سکتی ہے جب مکمل طور پر اس کی اتباع ہی نہ کی جائے۔ نظامِ مصطفےٰ کا نفاذ کیسے ہو جب علماء کرام محوِ غرورِ جبّہ و دستار اور انا پرستی کا شکار ہیں۔ کوئی کسی کی بات تحمل سے سُننے کا روادار نہیں کیونکہ یہاں پر کوئی ڈالروں کی چمک دمک سے متاثر ہے تو کوئی درہم و دینار اور ریالوں کا اسیر ہے۔

بند باتوں میں کسی کی نہیں رہنے والے | ہم تو اے غنچہ دہن مُنہ پہ ہیں کہنے والے

ہمارے ملک کی مذہبی جماعتوں میں عدم اتحاد کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ہر کوئی اپنے اپنے مقام میں اس حد تک فنا ہو چکا ہے کہ نچلی سطح پر کسی بھی قسم کی گُفت وشنید ان کے لئے مضر ہے اور باعثِ تنزلِ درجات ہے۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کے ہم دعویدار تو ہیں لیکن حقیقی معنوں میں ہمارا ایمان ہی مکمل نہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا

لا یؤمن احدکم حتّٰی اکون احب الیہ من والدہٖ و ولدہٖ والناس اجمعین [۱]

ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے باپ، اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

محبت محبت تو کہتے ہیں سب | محبت کو ساماں بڑا چاہیئے

آج ہماری اسلامی مملکت کی عدالتوں میں بحث ہوتی ہے کہ سُود حرام ہے یا حلال؟ گویا جب حلال و حرام کی تمیز ہی نہ رہی تو سب کچھ خس و خاشاک کی طرح بہہ گیا۔ علماء دلائل دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سُود کی پُوری طرح تشریح نہیں فرمائی۔ یعنی ہمارے مجتہدین دین کی تکمیل کے بھی مُنکر ہو گئے

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا | کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

امام اعظم ابُو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دین کے احیاء کے لئے بڑے بڑے جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق کہا جس کی پاداش میں انہیں پابند سلاسل ہونا پڑا لیکن آج کل کے علماء آپس میں فروعی اختلافات کو بُنیاد بنا کر ایک دُوسرے کو کافرو

---

[۱]: مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، روایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہُ، ص ۱۲، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

مشرک گردانتے ہیں

وا نہ کر فرقہ بندی کے لئے اپنی زباں | چھپ کہ ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں
وصل کے اسباب پیدا ہوں تیری تحریر سے | دیکھ کوئی دل نہ دکھ جائے تیری تقریر سے

مضمون کی طوالت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے صرف اتنا عرض کروں گا کہ ہمارے ملک کی مذہبی جماعتیں اگر واقعی نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ میں مخلص ہیں تو آپس کے اختلافات کو یکسر ختم کر کے ایک قوت بن جائیں اور اخلاص وللہیات سے اس سلسلے میں اپنی مساعئ جمیلہ بروئے کار لائیں تو پاکستان جیسی چھوٹی ریاست تو کیا پوری دنیا پر اسلام غالب آ جائے گا لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کی حقیقی تفسیر ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے لیکن شرط صرف اور صرف اتحاد و اتفاق ہے۔ منافرت اور فرقہ بازی نہیں اور اتحاد و اتفاق حقیقی معنوں میں سُنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع میں مضمر ہے۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست | اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

بقیہ : تفسیر القرآن الحسنیہ

کر پیش کرتے ہیں کہ تو ہم پر بارش برسا۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہُ کی اس دُعا کو جو حضرت عباس رضی اللہ عنہُ کے وسیلے سے کی گئی فوری طور پر شرفِ قبولیت سے نوازا اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے ابھی دُعا ختم نہیں کی تھی کہ بارش برسنی شروع ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سختی، قحط اور تکالیف کے وقت نیک، بُزرگ اور سُنتِ نبوی کی مکمل طور پر اتباع کرنے والے زندہ افراد سے دُعا کروانا اور اپنی دُعاؤں میں ان کو وسیلہ ٹھہرانا نہایت ہی صحیح، درست اور بُزرگ ترین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سُنت اور طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس طریقۂ مبارکہ کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

تیسری قسم دُعا کی گذرے وصال شدہ نیکوں اور بُزرگوں کے توسل سے دُعا کرنا بھی جائز، مقبول اور مستحسن امر ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ کہ الٰہی بحرمتِ یا برکتِ فلاں پیغمبر یا بزرگ کے میری حاجت عنایت فرما (آمین)

چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ جو کوئی یہ دعا اللھم اسئلک بحق السآئلین علیک و بحق مشای ھذا فانی لم اخرج شرا ولا بطرا الخ گھر سے نکلتے وقت پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف توجہ فرماتا ہے اور اس کے حق میں ستر (۷۰) ہزار فرشتے بخشش طلب کرتے ہیں (ترغیب)

(جاری ہے)

تبصرۂ کتب

(تبصرے کے لئے دو کتابیں ارسال کی جائیں)

عنوان: قائدِ اعظم بارگاہِ رسالتآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں۔
مصنف: سیّد صابر حُسین شاہ صاحب بُخاری قادری مدظلہ العالی۔
بارِ سوم: ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۹ ہجری / جنوری ۱۹۹۹ء۔
ضخامت: ۸۸ صفحات۔ قیمت: دُعائے خیر بحق جملہ مسلمانانِ عالم۔
ناشر: بزمِ رضویہ ۲۷/ ۱۴ داتا نگر، بادامی باغ لاہور۔
تبصرہ نگار: سیّد محمد انور شاہ قادری کفش بردارِ مُدیرِ اعلیٰ الحسن۔

مُفکرِ اسلام شاعرِ مشرق حضرت علامہ مُحمد اقبال کے حوالے سے حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُلفت و محبت کے ذکر سے تو مُتعدد مضامین اور کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن سے ملک کا پڑھا لکھا طبقہ کسی حد تک بخوبی واقف ہے لیکن بانیٔ پاکستان حضرت قائدِ اعظم مُحمد علی جناح کی حُبِ رسول اور غلامیٔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مُتعلق ایک بھرپُور مقالہ پہلی بار نظر سے گُذرا جسے سیّد صابر حُسین شاہ صاحب بُخاری نے حضراتِ مشائخ عظام اور بریلوی و دیوبندی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والی جلیل القدر اور مُعتبر و مُستند شخصیات کے ملفوظات و اقوال باقاعدہ حوالہ جات نقل کرتے ہوئے مُرتب کیا ہے جس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ قائدِ اعظم محمد علی جناح عقل و خرد اور خُداداد ذہانت و فطانت کے ساتھ ساتھ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جذبے سے بھی سرشار تھے۔

اس حقیقت سے تمام اہلِ اسلام بخوبی آگاہ ہیں کہ ایمان کی تکمیل کا دارومدار حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت پر ہے۔ قرآن و حدیث اس پر گواہ ہیں اور کسی بھی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والا اس کا انکار نہیں کر سکتا اور شاید قائدِ اعظم کی سیرت و کردار کا یہی پہلو تھا جو عام لوگوں کی نظروں سے تو اب تک اوجھل رہا لیکن صوفیائے کرام، اہلسنت بریلوی و دیوبندی، اہلحدیث اور اہلِ تشیع کے صاحبان بصیرت اکابرین نے بروقت محسوس کرتے ہوئے آپ کو اپنا قائد تسلیم کر لیا اور آپ کی بے لوث قیادت میں پاکستان بنا کر دم لیا۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں محترم سیّد صابر حُسین شاہ صاحب نے قائدِ اعظم مُحمد علی جناح کی

زندگی کے ایمان افروز واقعات اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بانیٔ پاکستان کی والہانہ عقیدت و محبت اور بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور ان کے عجز و انکساری پر مبنی خطبات سے ان کی عظمت دلوں میں نقش ہو جاتی ہے خصوصاً آپ کے انتقالِ پُر ملال کا سال ھجری ۱۳۶۷ھجری تو آپ کی غلامیٔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک ایسی شہادت ہے جسے ہرگز جھٹلایا نہیں جا سکتا جناب حکیم احمد مہری گولڑوی نے آپ کے قطعہ وصال میں اس حقیقت کی طرف کیا خوب اشارہ فرمایا ہے

مہری نے مرگِ قائدِ اعظم پہ یہ کہا　　　جنت انہی کی ہے وہ "غلام رسول" تھے

۱۳۶۷

بُخاری صاحب کا یہ مضمون پہلی بار ستمبر ۱۹۹۸ء میں ماہنامہ "کنزالایمان" لاہور میں طبع ہوا۔ بعد ازاں اسی ماہ و سال کے دوران ماہنامہ "ضیاءِ حرم" لاہور کی زینت بنا اور اب نئی ترتیب و ترمیم کے ساتھ الگ کتابچے کی صُورت میں بزمِ رضویہ لاہور نے خوبصورت دلکش ٹائٹل کے ساتھ شائع کیا جس پر گنبدِ خضریٰ سے انوار و تجلّیات کلِ ر قائد کی قبر کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ مقالہ ہذا کے آخر میں شخصیات کا اشاریہ بھی شامل کیا گیا ہے جو محققین کے لئے بڑا کار آمد ہے۔

کتابِ ہٰذا کے بعض حقائق کا تعلق عالمِ مثال سے ہے اور اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں کہ خواب شرعی لحاظ سے حُجت نہیں ہوتے نیز عصرِ حاضر کے بعض افراد نے ایسے ہی خوابوں کو اپنی ذاتی شہرت اور دوسروں کی تنقیص کے لئے استعمال کیا ہے جس کے باعث اہلِ دانش کے قلوب و اذہان میں شکوک و شبہات پیدا ہو چکے ہیں لیکن شاہ صاحب کی زیرِ نظر تحقیق کا معاملہ اس لحاظ سے مختلف ہے کہ انہوں نے اپنی ذات کی بجائے ایک عظیم قومی و ملّی رہنما کی عظمت کو اُجاگر کرنے کے لئے پیش کئے ہیں جو اس وقت دُنیا میں موجود نہیں اور ویسے بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق اسلاف کو اچھے الفاظ سے یاد کرنا چاہیئے۔ بہرحال برادرم سید صابر حُسین شاہ صاحب نے یہ گراں قدر مقالہ لکھ کر ملتِ اسلامیہ، مسلم لیگ، حکومت پاکستان اور محبِّ وطن پاکستانیوں خصوصاً نئی نسل پر بڑا احسان کیا کہ انہیں حیاتِ قائد کے ایک ایسے گوشے سے روشناس کیا جس سے اب تک وہ بے خبر تھے۔ اب حکومت وقت اور ذرائع ابلاغ کا یہ فرض ہے کہ شاہ صاحب کی اس خدمت سے وطن کے بچے بچے کو آگاہ کریں تاکہ وہ بھی اپنے قائد کی طرح سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت سے اپنے آئینہ قلب کو مُنوّر کر کے دُنیوی و اُخروی کامیابی حاصل کر سکیں۔